پاکستان میں مروجہ بینکاری کے معاملات کا شرعی جائزہ

"A Shariah Outlook on Traditional Banking Operations in Pakistan"

ڈاکٹر نسیم محمود[i] محمد عمر رفیق[ii]

Abstract

Finance is the life blood of business and banks are the backbone of the modern economy. From a wealthy businessman to a peasant, every Muslim has different interactions with banks. It is necessary to examine the modern banking in the light of Shariah to differentiate the Halal and Haram interactions. This article elaborates and critically examines some burning aspects of the modern banking system. Some important issues which have been discussed in this article are Shariah rulings about different Kinds of bank accounts , leasing systems in modern banking, financing a business through banks, currency exchange, interest receiving on trade and ordinary loans , Zakat deduction through banks , Musharaka, Mudaraba and Qarz e Hasna schemes launched by the banks , different kinds of service charges , leases , hire purchase, and working in a bank as an employee. All these points have been discussed keeping in view the Quran, Sunnah and views of prominent scholars.

Key Words: *Trade, Economics,Banking , Fiqh, Operations, business, Pakistan.*

تعارف:

دورِ جدید جہاں بہت سی ضروریات کے بندھن میں بندھ چکا ہے وہاں ایک اہم بندھن بینک کی شکل میں نظر آتا ہے جس سے صرف کاروباری حضرات ہی پہلو تہی اختیار نہیں کر سکتے بلکہ بینک ملازم پیشہ افراد اور معاشرے کے عام افراد کی اہم ضرورت بن چکا ہے۔ دنیا اس وقت Global Village کی شکل اختیار کر چکی ہے اور اب عالمی لحاظ سے لوگ ان مالیاتی اداروں کے محتاج ہو کر رہ گئے ہیں۔ چونکہ مسلمانوں کے بھی سارے معاملات زیادہ تر بینکوں ہی کے ذریعے طے پاتے ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ ایک نظر بینک کے مختلف معاملات کا شرعی جائزہ لیا جائے۔ چنانچہ زیر نظر مضمون اسی ادراک کی ایک کاوش ہے جس کے ذریعے مسلمانوں کی اس ضرورت کے حوالے سے شرعی نکتہ نظر کی پہچان حاصل ہو گی۔

بینک کی تعریف:

بینک ایک مغربی ادارہ ہے جس میں مال کا لین دین مغربی فکر کے تحت کیا جاتا ہے۔ مغربی معیشت میں بینک کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"Any domestic moneyed corporation, other than a trust company, authorized to discount and negotiate promissory notes, bills of exchange and other evidences of debt ; to receive deposits of money and commercial paper ; to lend

---

[i] ۔اسسٹنٹ پروفیسر ،انسٹیٹیوٹ آف عریبک اینڈ اسلامک اسٹڈیز، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ۔

[ii] ۔پی ۔ایچ-ڈی اسکالر و معاون استاد، جامعہ کراچی و جامعہ بحریہ۔

money on real or personal security, and to buy and sell gold silver bullion, foreign coins or bills of exchange."[1]

"خیراتی ادارہ کے علاوہ کوئی بھی ایسی ملکی مالیاتی کمپنی جس کو پرامزری نوٹ، ڈرافٹ، بل آف ایکسچینج اور قرض سے متعلق دیگر شواہد کو استعمال کرنے کے اختیار کے ساتھ رقوم، تجارتی اوراق وصول کرنے، کسی قانونی یا شخصی ضمانت پر قرض دینے اور سونے چاندی کی ڈلیاں اور دوسرے ممالک کے سکے یا بل آف ایکسچینج کی خرید وفروخت کا اختیار حاصل ہو بینک کہلاتی ہے"

بینک کے معاملات اور ان کے شرعی احکام:

ذیل میں موجودہ دور میں بینکنگ کے اہم معاملات کو جانچا جائے گا اور غور کیا جائے گا کہ ان معاملات کے حوالے سے اسلام کیا احکام فراہم کرتا ہے؟

اکاؤنٹ سسٹم:

بینک اپنی ساخت کے اعتبار سے ایک "جوائنٹ سٹاک کمپنی ہے" اس کا اہم کام لوگوں کی رقوم جمع کرنا ہے اس عمل کو فقہ اسلامی میں قرض کا نام دیا جاتا ہے۔ عربی میں اس کے لیے ودائع اور انگریزی میں (Deposits) کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جس کو عام زبان میں اکاؤنٹ کہا جاتا ہے۔ ذیل میں اکاؤنٹ کی مختلف اقسام اور ان سے متعلق شرعی احکام کا ذکر کیا جاتا:

i. **فکسڈ ڈیپازٹ:** جس کو عربی میں ودائع ثابتہ کہتے ہیں اس میں اکاؤنٹ ہولڈر مقررہ مدت سے پہلے رقم نکلوانے کیا مجاز نہیں ہوتا اور اس میعاد کا تعین رقم کے کم یا زیادہ ہونے کے مطابق ہوتا ہے۔ اس کی اسلامی تعلیمات کی مطابقت ربٰو کی تعریف پر انحصار کرتی ہے۔ چنانچہ لفظ ربٰو کا لغوی معنی "الزیادۃ" یعنی "اضافہ یا بڑھوتری" ہے۔[2] اصطلاح شرع میں مختلف فقہاء نے اس کی تعریف مختلف طرح کی ہے۔ چنانچہ امام جصاص اس کا شرعی معنی بیان کرتے ہوئے دستور عرب کو بیان کرتے ہیں:

" الربا الذی کانت العرب تعرفه وتفعله انما کان یقرض الدراهم والدنانیر الی أجل بزیادة علی مقدار ما استقرض علی ما یتراضون به-"[3]

"وہ ربا جو اہل عرب کے ہاں معروف اور مستعمل تھا، اس کی صورت یہ تھی کہ وہ درہم (چاندی کے سکے) یا دینار (سونے کے سکے) کی شکل میں مخصوص مدت کے لیے اپنے اصل سرمایہ پر متعین اضافے کی شرط کے ساتھ قرض دیا کرتے تھے"۔

اس کی مزید وضاحت امام رازی کے ان الفاظ سے ہوتی ہے:

" شهر قدراً معیناً، ویکون رأس المال باقیاً، ثم اذا حل ا لدین طالبوا المدیون برأس المال ، فان تعذر علیه الأداء زادوا فی الحق وا لأجل، فهذا هو الذی کانوا فی الجاهلیة یتعاملون به"[4]

"جہاں تک ربا النسیئۃ کا تعلق ہے، تو یہ دور جاہلیت کا ایک مشہور و معروف عقد تھا اور وہ یہ کہ لوگ اس شرط کے ساتھ مال دیا کرتے تھے کہ وہ ایک متعین رقم ماہانہ وصول کریں گے اور اصل سرمایہ ہی واجب الاداء رہے، پھر مدت کے اختتام پر وہ

مقروض سے اصل سرمایہ کی واپسی کا مطالبہ کرتے تھے،اب اگر وہ ادا نہ کر سکا تو وہ مدت اور واجب الاداء رقم بڑھا دیتے تھے، یہ تھا وہ ربا جو جاہلیت کے زمانے میں رائج رہا ہے"۔

ان تعریفات سے معلوم ہوا کہ قرض پر متعین منافع(Fixed Profit) سود ہے اور ربا النسیئۃ کی تعریف میں شامل ہے۔

ii. **سیونگ اکاؤنٹ:** جس کو اردو میں بچت کھاتہ اور عربی میں حساب التوفیر کہتے ہیں۔اس میں رقم نکلوانے پر عموماً مختلف پابندیاں ہوتی ہیں۔اس پر بینک سود دیتا ہے سیونگ اکاؤنٹ یا فکسڈ ڈپازٹ میں رقم رکھوا کر اس پر سود حاصل کرنا اکثر فقہاء کے ہاں حرام ہے۔البتہ بعض مصری علماء نے سیونگ اکاؤنٹ کے نفع کو بھی حلال کہا ہے،[5]لیکن ان کے اس فتوے پر خاصے اعتراضات کئے گئے ہیں۔[6]اس سیونگ اکاؤنٹ کے حوالے سے پاکستان میں ۱۹۷۸ء میں ایک اہم اقدام بینکوں کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کے سلسلہ میں یہ کیا گیا ہے کہ ادارہ کھاتہ دار کو نفع اور نقصان دونوں میں شریک کرے گا۔اس اکاؤنٹ کو اب Profit and Loss Sharing اکاؤنٹ کا نام دیا گیا۔اس کے نفع کو مارک اپ کہا جاتا ہے۔لیکن پھر بھی ملک کے مقتدر علماء نے درج ذیل وجوہات کی بنا پر اس کے جواز کا فتویٰ صادر نہیں کیا:

- عملاً اس میں نقصان کو ظاہر نہیں کیا جاتا اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایسا کرنے سے کھاتہ داروں کا اعتماد مجروح ہو گا اور وہ اپنی رقوم بینکوں میں جمع نہیں کروائیں گے۔
- اکاؤنٹ کی رقم کو اور لوگوں کو سود پر دیے جانے کا قوی امکان رہتا ہے۔سو کھاتہ دار خود تو سود کی رقم حاصل نہیں کر رہا لیکن اس کی رقم سے کسی اور ضرورت مند کا استحصال کر کے بینک اس سے سود حاصل کرتا ہے۔
- اس اسکیم میں "بیع مؤجل" کی جو صورتیں رائج کی گئی ہیں اس میں ایسی فقہی اور فنی خرابیاں ہیں جو کہ اس کو سودی نظام سے ممتاز نہیں کرتیں۔تفصیل کے لیے دیکھئے: فقہی مقالات از مفتی محمد تقی عثمانی "پی ایس ایل اکاؤنٹ کی حقیقت"۔[7]

iii. **کرنٹ اکاؤنٹ:** جس کو اردو میں مدِّرواں اور عربی میں الحساب الجاری کہتے ہیں۔اس اکاؤنٹ میں رکھی ہوئی رقم پر سود نہیں ملتا ہے،اس میں رکھی ہوئی رقم کسی وقت بغیر کسی پابندی کے جتنی مقدار میں چاہیں نکلوائی جاسکتی ہے اور کھاتہ دار کو کوئی منافع نہیں دیا جاتا۔اس اکاؤنٹ کا بنیادی مقصد مال کی حفاظت ہے اس لیے اس کے جائز ہونے پر کوئی عقیع اعتراض نہیں ہے الا یہ کہ اس میں کسی قدر اس نظام سود کی معاونت ہے۔[8]

بینک اور عمل اجارۃ:

اجارہ لغت میں " عمل کے بدلے میں کسی کو کچھ معاوضہ ادا کرنے " کو کہتے ہیں۔[9]جبکہ اصطلاح فقہ میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ "الاجارۃ ھی بیع منفعۃ معلومۃ بأجر معلوم"[10]یعنی متعین منفعت کی بیع کو متعین اجرت کے بدلہ میں اجارہ کہا جاتا ہے۔"اجارہ کی اسی تعریف کو مذاہب فقہیہ میں الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔[11]شریعت اسلامیہ میں اجارہ کا عمل جائز طور پر ثابت ہے۔ چنانچہ قرآن[12]،سنت[13]اور اجماع امت[14]کی واضح تصریحات اس حوالے سے موجود ہیں۔

نظام بینکاری میں اجارہ کی عملی صورتیں: بینکاری کے نظام میں اجارہ کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں:

۱۔سروسز چارجز وخدمات کا معاوضہ ۲۔گاڑیوں کی لیزنگ ۳۔فنانس لیزنگ ۴۔ہائر پرچیز

ذیل میں ان کی مشروعیت کا جائزہ لیا جاتا ہے:

i. **سروسز چارجز و خدمات کا معاوضہ:** بینک کے لیے اپنے کھاتہ داروں اور قرضداروں سے مختلف خدمات (جیسے زیورات و دستاویزات کو بطور امانت رکھنا) کے عوض بطور چارجز خاص رقم وصول کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں دو باتوں کا لحاظ رکھا جائے۔

- ایک یہ کہ یہ اجرت اس جیسے کاموں پر آنے والی اجرت مثل کے برابر ہو۔
- دوسرا یہ کہ اس اجرت کی وصولی کو قرض پر حصول نفع کے لیے حیلہ بہانہ نہ بنایا جائے۔

اس کے بارے میں مفتی تقی عثمانی بحوث فی قضایا فقهیة معاصرة میں لکھتے ہیں کہ بینک جو خدمات قرض کی فراہمی کی دیتا ہے اس سلسلے میں اپنے خرچ کے مطابق چارجز وصول کر سکتا ہے۔ اگر خاص اسی کام کے چارجز متعین کرنا ممکن نہ ہو تو اس کا اندازہ لگا کر بھی رقم طے کی جاسکتی ہے۔ نیز مزید جو خدمات بینک فراہم کرتا ہے اس کے چارجز لینا بھی بینک کے لیے درست ہے۔[15] ہاں اگر یہ سروس صارف کے قرض سے متعلق نہ ہو جیسا کہ بینک یوٹیلیٹی بلز وصول کرتا ہے، تو اس خدمت پر اپنی فیس وصول کر سکتا ہے جو کہ اصل خرچہ سے زائد بھی ہو سکتی ہے۔ اسی حوالے سے امام حصکفی قاضی کی اجرت کے بارے میں فرماتے ہیں:

> " یستحق القاضی الأجر علی کتابه الوثائق و المحاضر والسجلات کالمفتی بانه یستحق أجر المثل علیٰ کتابة الفتوٰی"[16]

> ''قاضی کے لیے دستاویزات لکھنے اور رجسٹر میں اندراجات کرنے پر اس قدر اجرت وصول کرنا جائز ہے جس قدر دوسرے شخص کو ایسے عمل پر اجرت لینا جائز ہے جیسے مفتی کا معاملہ ہے کیونکہ اس کے لیے فتوی کی کتابت پر اجرتِ مثل وصول کرنا جائز ہے''۔

ii. **گاڑیوں کی لیزنگ:** جدید نظام بینکاری میں گاڑیوں کی لیزنگ کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کسی کو گاڑی کی حاجت ہو تو وہ بینک سے رابطہ کرتا ہے جو کہ کمپنی کے ساتھ رابطہ قائم کر کے گاڑی کو خریدتا ہے۔ بینک گاڑی خرید کر اس کی مارکیٹ کی قیمت سے زیادہ قیمت لگا کر ایسے شخص کے حوالے کر دیتا ہے۔ اب فرض کریں کہ کمپنی میں گاڑی کی قیمت دس لاکھ روپے ہے مگر بینک یہ گاڑی کمپنی سے خرید کر اپنے گاہک کو بارہ لاکھ روپے میں فروخت کر دیتا ہے۔ اب اس بارہ لاکھ کا دس فیصد بطور زرِ ضمانت (Security Deposit) پہلے وصول کر لیتا ہے اور بقیہ رقم کو چالیس ماہانہ اقساط میں تقسیم کر کے وصول کرتا ہے اور جب چالیس اقساط کی صورت میں رقم مکمل طور پر ادا ہو جاتی ہے تو زرِ ضمانت کے بدلہ میں گاڑی اس گاہک کو بیچ دیتا ہے۔ اب چالیس ماہانہ اقساط جو بینک گاہک سے وصول کرے گا وہ بطور کرایہ وصول کیا جائے گا اور گاڑی بینک کی ملکیت میں ہی رہے مگر بعد میں مکمل ادائیگی پر بینک کی ملکیت سے خارج ہو کر گاہک کی مملوک بن جائے گی، لیکن اس مرحلہ میں قیمت موجودہ صورت حال کے مطابق طے نہیں کی جاتی بلکہ آغاز میں نئی گاڑی کے مطابق طے کی جاتی ہے۔

اس تمام طریقہ کار کا اگر تنقیدی جائزہ لیا جائے تو اس میں مندرجہ ذیل قباحتیں نظر آتی ہیں:

۱۔ بینک گاڑی پر قبضہ کیے بغیر ہی اس کو لیز پر دے دیتا ہے جو کہ اسلام کے اصولوں کے منافی ہے کیونکہ اجارہ میں مؤجر کے لیے لازم ہے کہ وہ اجارہ پر لی جانے والی چیز کی ملکیت رکھتا ہو اور موجودہ بینکاری نظام میں گاڑی کی ملکیت بینک کی طرف منتقل کئے بغیر ہی اس کو لیز پر دیا جاتا ہے۔

۲۔ اصولاً مالک چیز کے نقصان کا ذمہ دار اور مستاجر کا قبضہ بطور امانت ہوتا ہے اور بصورت نقصان وہ ذمہ دار نہیں ہوتا جبکہ موجودہ نظام میں کسی بھی نقصان کی صورت میں بینک یا کمپنی ذمہ دار نہیں ہوتی بلکہ اس کی تمام تر ذمہ داری مستاجر کی بنتی ہے۔

۳۔ گاڑی لیز پر لینے والا جب اس کی تمام رقم ادا کر دیتا ہے تو مکمل رقم کی ادائیگی کے بعد گاڑی کرایہ دار کی ملکیت میں دیتے ہوئے کوئی نیا معاہدہ نہیں کیا جاتا بلکہ اس سابقہ معاہدہ کے تحت گاڑی اس گاہک کو دے دی جاتی ہے، جس میں یہ طے ہوتا ہے کہ اگر گاڑی کسٹمر لے گا تو سکیورٹی ڈیپازٹ واپس نہیں کیا جائے گا۔ یہاں ایک ہی معاہدہ میں بیع اور اجارہ دونوں معاہدات کر لیے گئے ہیں جو کہ رسول ﷺ کی حدیث کی رو سے ممنوع ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ: نهي النبي ﷺ عن بيعتين في بيعة۔"[17] رسول ﷺ نے ایک سودے میں دو سودوں کی ممانعت فرمائی ہے"۔ اس حدیث کے مطابق ایسے معاہدہ کا جائز طریقہ یہ ممکن ہے کہ یہ گاڑی بینک کے ضمان (Risk) میں آئے اور اس کا کرایہ بمع نفع کے وصول ہو جائے، مدت اجارہ کی تکمیل پر عقد جدید کر کے بینک وہ گاڑی مستاجر یا مؤجر کو مناسب قیمت پر فروخت کر دے لیکن یہ بات پہلے سے عقد میں طے شدہ نہ ہو۔

iii. **فنانس لیزنگ:** فنانس لیزنگ میں اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ کمپنی کو اگر مشینری کی ضرورت ہو تو کمپنی بینک سے قرض لے کر خود نہیں خریدتی بلکہ وہ بینک کو اس مشینری کی طلب سے آگاہ کرتی ہے اور بینک اس کمپنی کے لیے اس مشینری کا بندوبست کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی طے کرتا ہے کہ اگر بینک کسی کو اتنی رقم جو کہ مشینری کی خرید پر صرف ہوئی ہے قرض دیتا تو اس کو کتنا سود ملتا یہ تمام اس کی قیمت میں جمع کر کے کمپنی سے اقساط کی صورت میں وصول کی جاتی ہے۔ ایسی صورت میں ملکیت بینک کی ہی رہتی ہے مگر کمپنی کی حیثیت کرایہ دار کی ہوتی ہے اور جب مشینری کی قیمت بمعہ سود بینک کو اقساط کی صورت میں وصول ہو جاتی ہے تو یہ مشینری خود بخود کمپنی کی ملکیت میں چلی جاتی۔ اس معاملہ میں بھی وہی خرابی پائی جاتی ہے جس کا گاڑیوں کی لیزنگ کی صورت میں مشاہدہ کیا گیا۔[18]

iv. **ہائر پرچیز (Hire purchase):** ہائر پرچیز کا مطلب ہے کہ کسی چیز کو خریدنے کے لیے کرایہ پر دینا یعنی ایک شخص اپنی ملکیتی چیز سے قاصر ہے تو فریقین قیمت کو متعدد اقساط میں تقسیم کر کے آپس میں یہ معاہدہ کر لیتے ہیں کہ ہر قسط اس چیز کا ماہانہ کرایہ سمجھا جائے گا لیکن فی الحقیقت کرایہ کی صورت میں یہ قیمت کی قسط کی ادائیگی ہو گی اور جب تمام قسطیں مکمل ہو جائیں گی تو جس کو کرایہ پر لیا گیا ہے وہ مستأجر کی ملکیت ہو جائے گی۔

ان دونوں کے طریقے کے بارے میں رفقائے بنوری ٹاؤن کی جانب سے لکھی گئی کتاب "مروجہ اسلامی بینکاری" میں دونوں ہی طریقوں کو ناجائز بتایا گیا ہے کہ تمویل کے لیے اختیار کئے گئے مذکورہ حیلے اپنی تکنیکی خرابیوں کی وجہ سے شرعی جواز کی حدود میں نہیں آتے لہٰذا ان کو جائز نہیں کہا جا سکتا۔[19]

اجارہ کے بجائے بیع مرابحہ: مذکورہ اجارہ (لیزنگ) کا ایک بہتر متبادل اور جائز طریقہ یہ ہے کہ لیزنگ کی بجائے مرابحہ مؤجلہ کا شرعی طریقہ اختیار کیا جائے۔ جس کی شرعی صورت یہ ہے کہ بینک یا لیزنگ کمپنی، کوئی ادارہ یا کوئی شخص کسی گاڑی یا مشینری وغیرہ کو خرید کر پہلے اپنی ملکیت میں لائے جس کی وجہ سے وہ اس کا ضامن ٹھہرے پھر کسی دوسرے شخص کو معینہ نفع کے ساتھ ادھار پر فروخت کر دے اور ادھار کی مدت بھی طے کر لے تو یہ صورت فقہاء کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے۔[20] نیز قسطوں میں ادھار زیادہ قیمت پر فروخت کرنا بھی جائز ہے۔[21]

عام رقوم اور تجارتی قرض پر سود: ہمارے موجودہ بینکاری نظام میں رقوم بطور قرض فراہم کی جاتی ہیں ان پر بینک جو سود لیتے ہیں وہ شرعاً جائز نہیں ہے، خواہ عام افراد کو قرض دیا جائے یا کاروباری غرض سے مختلف کمپنیوں کو دیا جائے اس لیے کہ سود کی حرمت کی آیات دونوں کو شامل ہے۔ جب یہ آیات نازل ہوئی تو عربوں میں دونوں ہی طرح کے سودی قرضے رائج تھے۔ چنانچہ ابن جریر طبری اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" كانت بنو عمرو بن عوف يأخذون الربا من بني المغيرة، وكانت بنو المغيرة يربون لهم في الجاهلية-[22]

''بنو عمرو بن عوف کا قبیلہ بنو مغیرہ سے سود لیا کرتا تھا اور بنو مغیرہ ان کو دور جاہلیت میں سود دیا کرتے تھے''

یہ قرضے انفرادی طور پر ایک دوسرے کو نہیں دیئے جاتے تھے بلکہ ایک قبیلہ مجموعی طور پر ایک دوسرے سے قرض لیتا تھا۔

اسی طرح سورہ روم کی آیت نمبر ۳۹ کے تحت علامہ طبری حضرت ابن عباسؓ کا ایک اثر بیان فرماتے ہیں:

" الم تر الیٰ الرجل يقول للرجل : لأمولنک فيعطيه، فهذا لا يربو عند الله لأنه يعطيه لغير الله يثرى به ماله۔"[23]

''کیا تم نے ایک شخص کو دوسرے سے یہ کہتے ہوئے نہیں دیکھا کہ میں تم کو ضرور تمویل کروں گا، پھر وہ اس کو دے دیتا تھا، تو یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نہیں بڑھتا، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے نہیں دیا بلکہ مال میں اضافے کے لیے دیا ہے۔''

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس وقت لوگ تجارت کی غرض سے قرض حاصل کیا کرتے تھے۔ اسی پس منظر میں قرآن پاک کی درج ذیل آیات نازل ہوئیں، جس میں ہر قسم کے سود کو صراحتاً ممنوع قرار دیا گیا۔

"اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ۔"[24]

''بے شک جو سود کھاتے ہیں وہ اس طرح کھڑے ہوتے ہیں جیسے شیطان نے انہیں چھو کر خبطی بنا دیا ہو''

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۚ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔[25]

''یہ حالت ان کی اس لیے ہوگی کہ انہوں نے کہا تھا کہ تجارت بھی تو ایسی ہی ہے جیسے سود لینا، حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے، پھر جسے اپنے رب کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آ گیا تو جو پہلے لے چکا ہے وہ اسی کا رہا، اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، اور جو کوئی پھر سود لے وہی لوگ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

نیز ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ ایک تجارتی قافلہ شام بھیجنا چاہتے تھے اور اس مقصد کے تحت انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے چار ہزار درہم قرض لیا۔[26] لہٰذا ان تمام احکام کی روشنی میں موجودہ دور میں تجارتی مقاصد کے لیے بینکوں سے حاصل کئے جانے والے تمام سودی قرضہ جات بھی ناجائز ہوں گے اور اسی طرح عام رقوم جو بینک میں جمع کروائی جاتی ہیں یا بینک کے ساتھ قرض کا معاملہ کیا جاتا ہے یہ بھی ناجائز اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا اس سے گریز کرنا ضروری ہے۔

کرنسی کا تبادلہ:

ربا کی دو بڑی اقسام ہیں ایک ربا النسیئہ اور دوسری ربا الفضل۔ ربا الفضل کے تحت ایک ہی جنس کی اشیاء کا زیادتی کے ساتھ تبادلہ سود میں شمار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

" الذهب بالذهب مثلاً بمثل، والفضة بالفضة مثلاً بمثل، والتمر بالتمر مثلاً بمثل، والبربا لبر مثلاً بمثل ، والملح بالملح مثلاً بمثل، والشعير بالشعير مثلاً بمثل فمن زاد أو ازداد فقد أربى ، بيعوا الذهب بالفضة كيف شئتم يداً بيداً ، وبيعوا الشعير بالتمر كيف شئتم يداً بيد۔"[27]

''سونے کو سونے کے بدلے میں برابر برابر بیچو، چاندی کو چاندی کے بدلے میں برابر برابر بیچو، کھجور کو کھجور کے بدلے میں برابر بیچو، گندم کو گندم کے بدلے میں برابر بیچو، نمک کو نمک کے بدلے میں برابر برابر بیچو، جو کو جو کے بدلے میں برابر بیچو، لیکن جو شخص اضافے کا لین دین کرے وہ ربا کا معاملہ کرے گا، البتہ سونے کو چاندی کے مقابلے میں جس طرح چاہو فروخت کرو بشرطیکہ دست بدست ہو، اور جو کو کھجور کے بدلے میں جس طرح چاہو فروخت کرو بشرطیکہ دست بدست ہو۔''

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایک جنس کا اسی جنس کے ساتھ تبادلہ کی صورت میں کمی بیشی کرنا جائز نہیں ہاں اگر جنسوں کا اختلاف ہو مثلاً سونے کے بدلے چاندی تو پھر فریقین کے درمیان رضامندی کے مطابق تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ جائز ہوگا۔ اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے اگر غور کیا جائے تو آج کے بینکاری نظام میں ملکی اور غیر ملکی کرنسی کے تبادلے کی دو صورتیں رائج ہیں۔

ا۔ داخلی کرنسی کا تبادلہ جس میں پرانے نوٹ لے کر نئے نوٹ دیئے جاتے ہیں شرعاً ایسے تبادلہ میں کسی بھی قسم کا فرق ممنوع ہوگا۔ ہمارے بینکوں میں ایسے تبادلے پر کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا ہے۔ تاہم پرائیویٹ منی ایکسچینج تبادلہ زیادتی اور فرق کے ساتھ کرتے ہیں جو کہ شرعاً جائز نہیں ہے۔

۲۔ ملکی کرنسی کے ساتھ غیر ملکی کرنسی کا تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے کیونکہ ربا الفضل کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔ لہذا اس میں بینک بھی منی ایکسچینج کی طرح اگر کمی بیشی کرلیں تو یہ معاملہ جائز ہوگا۔[28]

کرنسی کا باہمی تبادلہ یعنی ڈالر کے بدلہ روپے دینا فقہی اعتبار سے بیع صرف میں داخل ہے۔ اس کے بارے میں مفتی محمد تقی عثمانی نے "اسلام اور جدید معاشی مسائل" نامی کتاب میں تحقیقی گفتگو کی ہے اور اس سلسلے میں کرنسی کے کاروبار سے متعلق بیع صرف کے احکامات لکھے ہیں۔[29] نیز مفتی عبد السلام صاحب کی کتاب "جواہر الفتاوٰی" میں بھی کرنسی کے تبادلہ کے مسائل میں تفصیلی بحث ہے۔[30] تفصیلی احکامات کے لیے ان کتب کی مراجعت کی جاسکتی ہے۔

زکوٰۃ کی کٹوتی:

ہمارے ملکی بینکوں میں کھاتہ داروں کی جمع شدہ رقوم پر یکم رمضان کو ہر سال زکوٰۃ کی کٹوتی کی جاتی ہے۔ ملکی سطح پر زکوٰۃ کی کٹوتی ایک مستحسن قدم ہے۔ عہد نبوی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ملکی اور اجتماعی سطح پر زکوٰۃ کا نظام رائج تھا۔ موجودہ زکوٰۃ کی کٹوتی کا سسٹم بھی اس اجتماعی نظام کی طرف جانے کا پہلا قدم تھا کیونکہ زکوٰۃ صرف کھاتہ داروں پر لازم نہیں ہوتی بلکہ تمام مسلمانوں پر لازم ہوتی ہے۔ خواہ وہ بینکوں میں مال رکھیں یا نہ رکھیں، ان کے پاس نقدی مال ہو یا سامان تجارت یا سونا چاندی۔ لہٰذا ہمارے نظام بینکاری میں جزوی طور پر زکوٰۃ کا نظام شروع ہوا مگر اس میں بھی کئی امور خلاف شریعت ہیں، جن میں سے چند کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

ا۔ رقم پر ایک سال گزرنے (حولان حول) کی شرعی شرط پوری کئے بغیر زکوٰۃ کاٹ لی جاتی ہے اگرچہ کوئی آدمی یکم رمضان سے چند دن پہلے ہی رقم جمع کروائے۔

۲۔ پورا سال پیسے اکاؤنٹ میں ہوں مگر یکم رمضان سے ایک دن پہلے وہ پیسے نکلوانے سے زکوٰۃ کی کٹوتی سے بچ جاتا ہے۔

۳۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ وہ کھاتہ دار جس نے پیسے جمع کروائے ہیں وہ اس جمع شدہ رقم سے زیادہ کسی کا مقروض ہے یا نہیں کیونکہ ایسے قرضہ کی صورت میں شرعاً اس پر زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی۔

۴۔ زکوٰۃ کٹوتی کے بعد زکوٰۃ کا مال مصارف زکوٰۃ کے مطابق حقیقی مستحق تک پہنچتا ہے یا نہیں یہ معاملہ بھی یقینی نہیں ہوتا، لہٰذا ہمارے نظام بینکاری میں زکوٰۃ کی کٹوتی کے نظام میں شرعی اصولوں کے مطابق اصلاح کی ضرورت ہے۔[31] البتہ اگر کسی کی رقم حکومت کی جانب سے کاٹ لی گئی ہو تو شرعاً اس کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔[32]

مشارکہ اور مضاربہ سکیمیں:

موجودہ نظام بینکاری میں مشارکہ اور مضاربہ کی سکیمیں عملاً مفقود ہیں جو کہ اسلامی کاروباری معاملات کا ایک اہم عنصر ہے۔ PLS اکاؤنٹ کی بنیاد مضاربہ کے نظام پر رکھی گئی ہے جس میں منافع کی صورت نفع میں تو مضارب کا حصہ ہوتا ہے مگر نقصان کی صورت میں رب المال ہی ذمہ دار قرار پاتا ہے اور مضارب کے ذمہ کچھ لازم نہیں ہوتا۔ اس میں صرف اس پہلو پر توجہ کی گئی ہے کہ یہ رقوم آگے سودی نظام کی تقویت کا باعث نہ بنیں بلکہ حقیقی طور مضاربہ کے طور پر اس کے ساتھ سرمایہ کاری کی جائے تاکہ یہ اکاؤنٹ ہر اعتبار سے بغیر کسی قباحت کے شرعی اصولوں کے مطابق ہو سکے۔ مشارکہ اور مضاربہ کاروبار کی وہ صورتیں ہیں جو کہ اسلامی نظام بینکاری کا اہم خاصہ ہیں اور اسلامی بینکاری کی بنیاد ان اصولوں پر ہونا نہایت ضروری ہے۔[33]

بینکاری کا نظام چونکہ کھاتہ داروں کی رقوم سے چلتا ہے اس لیے اگر ان رقوم سے مشارکہ کے انداز میں سرمایہ کاری کی جائے تو یہ بات شریعت کے مطابق ہو گی اور اگر موجودہ طریقہ ہی جاری کیا جائے جس کے تحت عام ضرورت مند سے سود لے کر اس کا معاشی استحصال کیا جاتا ہے اور ناگہانی آفات یا دیگر وجوہ کی بنیاد پر نقصان کے باوجود اس سے بہر صورت سود بھی وصول کیا جاتا ہے تو یہ لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھانا اور ان پر ظلم ہو گا جو کہ دنیا اور آخرت کی بربادی اور وبال کا باعث ہے۔ لہٰذا اس ظلم اور زیادتی کی بجائے مشارکہ کے انداز میں ان کو نفع اور نقصان میں بینک کے ساتھ شریک کیا جائے اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق قابل عمل صورتوں کا اجراء کیا جائے، اس بارے میں **محمد عمران اشرف عثمانی** کی کتاب "شرکت و مضاربت عصر حاضر میں" لائق دید ہے۔[34]

قرض حسنہ سکیم:

اگر کسی ملک میں مالی معاملات کے لیے سودی اور غیر سودی دونوں نظام رائج ہیں اور دونوں سہولتوں پر بغیر مشقت اور تکلیف کے عمل ممکن ہے تو ایسی صورت میں سودی معاملہ کی قطعاً اجازت نہ ہو گی اور ایسا کرنے والا عند اللہ گنہگار اور جوابدہ ہو گا۔ لہٰذا مالی معاملات کی انجام دہی کے لیے ایسی صورت میں سودی قرض کے بجائے قرض حسنہ کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے اور اس کے ذریعے اپنی ضروریات کو پورا کیا جائے گا کیونکہ ایسا معاملہ ایک تو ضرورت مند کی ضرورت پورا ہونے کا سبب بنے گا اور قرض دینے والے کے لیے اجر و ثواب اور مزید مالی وسعت کا سبب بنے گا اور یہی وہ حقیقت ہے جس کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے:

"مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضَاعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً ؕ وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ ۪ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔"[35]

"ایسا کون شخص ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے پھر اللہ اس کو کئی گنا بڑھا کر دے، اور اللہ ہی تنگی کرتا ہے اور کشائش کرتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے"

ایک اور مقام پر ہے:

"وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ -"[36]

"اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور اپنے دلوں کو مضبوط کر کے خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جس طرح بلند زمین پر ایک باغ ہو اس پر زور کا مینہ برسا تو وہ باغ اپنا پھل دوگنا لایا، اور اگر اس پر مینہ نہ برسا یا تو شبنم ہی کافی ہے، اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے"

یہ تمام احکام واضح کرتے ہیں کہ قرض حسنہ کی سہولت کی موجودگی میں کسی قسم کے سودی معاملہ کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے بلکہ اسلام سودی معاملہ کی بجائے ایسی صورت میں قرض حسنہ کی سہولت اختیار کرنے کو ترجیح دیتا ہے تبھی تو ایسا قرض دینے والے کے لیے اللہ تعالی نے اجر و ثواب اور مال میں اضافے کی ضمانت دی ہے۔

سودی معاملہ کی اجازت صرف انتہائی مجبوری کی حالت میں ہے اور جہاں حلال آپشن موجود ہو وہاں مجبوری کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ حلال مواقع کا میسر ہونا اس مجبوری کو ختم کر دیتا ہے۔ اسلام نہ صرف ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے بلکہ ان کے ازالہ کا سامان بھی فراہم کرتا ہے اور قرض حسنہ یقیناً ان ضروریات اور تکالیف کے ازالے کا سبب ہے اور اس کے بارے میں نبی ﷺ کا فرمان ہے:

" من نفس عن مسلم كربة نفس الله عنه كربة من كربات يوم القيٰمة"[37]

"جس نے کسی مسلمان کی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف کو دور کیا اللہ تعالی قیامت والے دن اس کی تکلیفوں کو دور فرمائے گا"

اس سے یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ اسلام افراد کی معاشرتی ضروریات کے پورا کرنے کا ایسا نظام فراہم کرتا ہے کہ اس میں کسی کو سودی قرض کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ صدقہ و خیرات اور انفاق فی سبیل اللہ کا نظام ان تمام ضروریات کا ازالہ کا اصل سبب ہے اور اس کی کوئی صورت نہ بن پائے تو قرض حسنہ کے ذریعے اس کا متبادل فراہم کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا ایسا ملک اور معاشرہ جہاں قرض حسنہ کی سہولت موجود ہو وہاں سودی قرض لے کر ضروریات کا ازالہ ممنوع اور حرام ہے۔

قرض کی واپسی میں تاخیر پر سود، جرمانہ یا لازمی صدقہ کا تصور:

موجودہ بینکاری نظام میں قرض کی ادائیگی میں تاخیر پر سودی رقم بڑھا دی جاتی ہے۔ یہ شرعی اعتبار سے درست نہیں ہے۔ آج کل بینکوں میں اس کے متبادل دو طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں:

ا۔ لازمی صدقہ کا تصور ۲۔ جرمانے کا تصور

ا۔ لازمی صدقہ کا تصور: اسلامی بینکوں میں مقروض اگر کسی وجہ سے وقت مقررہ پر اپنا قرض ادا نہیں کر سکتا تو اس کے متبادل کے طور پر اس کو بینک کے خیراتی فنڈ میں جمع کروانے کے لیے لازمی صدقہ کی شرط لگائی جاتی ہے۔ یہ کچھ مالکی فقہا کا مؤقف ہے۔[38] اس کو اختیار کرنے کے بارے میں علماء محققین کے مابین اختلاف ہے، اس تصور پر بڑے واشگاف الفاظ میں "مروجہ اسلامی بینکاری" نامی کتاب میں جرح کی گئی ہے اور کئی وجوہ سے اس کو ناجائز بتایا ہے۔[39] جب کہ اس کی مخالفت میں مفتی تقی عثمانی نے اپنی کتاب "غیر سودی بینکاری" میں ان میں سے کئی اعتراضات کا جواب دیا ہے۔[40]

۲۔ جرمانے کا تصور: اگر جرمانہ کا مقصد مال کمانا نہ ہو بلکہ نظم و نسق قائم کرنا اور اس جرمانہ کی رقم کو رفاہِ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنا ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں جیسے ہمارے ہاں تعلیمی اداروں میں غیر حاضریوں پر جرمانہ لیا جاتا ہے۔ ایسے ہی مختلف لائبریریوں میں کتب تاخیر سے جمع کروانے پر بھی جرمانہ ہوتا ہے۔ بورڈ یا یونیورسٹی کے داخلہ جات میں تاخیر پر اصل داخلے پر لیٹ فیس، ڈبل فیس کا تصور موجود ہے۔ اس لیے بینکوں میں قرض کی رقم تاخیر سے جمع کروانے پر جرمانے کے لفظ سے خائف نہیں ہونا چاہیے۔ اور یہ نظم و ضبط اس لیے ضروری ہے تا کہ لوگ بلا وجہ رقوم کی ادائیگی میں تاخیر نہ کریں اور دیگر لوگ اس سے متاثر نہ ہوں مگر اس بات کا اہتمام ضروری ہے کہ جرمانے کی شرح مقرر نہ ہو بلکہ اس کا تعین کلائنٹ کی مالی صورت حال کو دیکھ کر کیا جائے۔ جرمانے کو مقرر کرنے سے اس عمل کی سود کے ساتھ مشابہت ہو جاتی ہے لہٰذا اس سے گریز ضروری ہے۔ اگر کلائنٹ واقعتاً مجبور ہے تو پھر اس کو بغیر جرمانے کے مزید موقع دیا جائے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

"وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ-"[41]

''اور اگر وہ تنگ دست ہے تو آسودہ حالی تک مہلت دینی چاہیے''

لیکن اگر کوئی ادائیگی کی استطاعت کے باوجود رقم ادا نہیں کرتا تو بعض فقہاء کی رائے ہے کہ جرمانے کے علاوہ اگر ضرورت محسوس ہو تو وعدہ کی تکمیل بذریعہ عدالت بھی کروائی جا سکتی ہے۔[42] لیکن بہتر یہی ہے کہ مفلس اور قلاش کو معاف کر دیا جائے اور اگر ایسا نہیں کیا جا سکتا تو فوری طور پر ادائیگی کی عدم استطاعت کی صورت میں اسے مہلت دے دی جائے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے کی روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

کان تاجر یداین الناس فاذا رأی معسراً قال لفتیانه تجاوزوا عنه لعل الله أن یتجاوز عنا فتجاوز الله عنه-"[43]

''ایک تاجر لوگوں کے ساتھ ادھار کا معاملہ کرتا تھا اور اگر کسی کو تنگ دست دیکھتا تو اپنے لڑکوں سے کہتا اس سے در گزر کرو شاید اللہ بھی ہم سے در گزر فرمائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا۔''

بینک سے جاری ہونے والے کارڈز:

موجودہ نظام بینکاری میں مختلف کارڈز کا اجراء ہوتا ہے۔ ان میں سے اہم کارڈز کا ذکر حسب ذیل ہے:

ا۔ کریڈٹ کارڈ (Credit Cards): بینک اپنے کلائنٹس کو کریڈٹ کارڈ کی سہولت فراہم کرتا ہے اور کلائنٹس ایک مدت تک بغیر سود کے اس قرض کی رقم کو استعمال کر سکتے ہیں لیکن اگر مقررہ مدت کے بعد بھی ادائیگی نہ کی تو تاخیر کے حساب سے اس پر سود کی ادائیگی لازم ہو گی۔ کیمبرج ایڈوانس لرنرز ڈکشنری میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"A small plastic card which can be used as a method of payment, the money being taken from you at a later time"[44]

''پلاسٹک کا ایسا چھوٹا سا کارڈ جو رقم کی ادائیگی کا ذریعہ ہے اور اس کے ذریعے حاصل کردہ رقم بعد میں آپ سے واپس لے لی جاتی ہے۔''

کریڈٹ کارڈ کی پہلی شرط قرض حسنہ کی طرح ہے کہ اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے لیکن مدت مقررہ کے گزرنے پر اس قرض پر مخصوص شرح سے اضافے کا جمع کروانا یقینی طور پر سود کے حکم میں آتا ہے جو کہ شرعاً حرام ہے۔ اس کو اسلامی اصولوں کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے ضروری ہے کہ کریڈٹ کارڈ سسٹم کو صرف قرض حسنہ تک محدود رکھا جائے اور اس کی واپسی کو بروقت یقینی بنانے کے لیے جرمانہ یا لازمی صدقہ کا مذکورہ طریقہ کار رائج کیا جائے تا کہ اس میں نہ بینک کا نقصان ہو اور نہ ہی سود کا معاملہ پیش آئے۔

۲۔ اے ٹی ایم کارڈ: بینک یہ کارڈ اپنے کھاتہ داروں کو اس غرض سے جاری کرتا ہے کہ اس کے ذریعے وہ اپنے شہر یا ملک یا کسی دوسری جگہ کہیں بھی موجود اے ٹی ایم نظام سے اپنی ضرورت کے مطابق رقم بصورت نقد حاصل کر سکیں۔ اس کارڈ کے ذریعہ آدمی اپنی جمع کردہ رقم سے استفادہ کرتا ہے۔

۳۔ ڈیبٹ کارڈ: اس سے مراد وہ کارڈ ہے جو بینک اپنے اکاؤنٹ ہولڈر کو اس کی اکاؤنٹ میں موجود رقم کے برابر جاری کرتا ہے۔ بینک اپنے کھاتہ داروں کو یہ کارڈ اس غرض سے جاری کرتا ہے کہ وہ اس کے ذریعے جب اور جہاں سے چاہیں خریداری کر لیں اور بینک دکاندار کو یہ رقم اپنے اس کھاتہ دار کے اکاؤنٹ سے منتقل کر دے گا۔ چیمبرز ڈکشنری میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"A small plastic card that you can use to get cash from cash machines, or to pay for goods and services. When you use the card, the money is taken directly from your bank account[45]"

''پلاسٹک کا ایسا چھوٹا سا کارڈ جو کہ کیش مشین سے رقم حاصل کرنے یا چیزوں کی قیمت یا خدمات کے معاوضہ کی ادئیگی کے لئے آپ استعمال کر سکتے ہیں۔ جب آپ اس کارڈ کو استعمال کرتے ہیں تو آپ کے اکاؤنٹ سے رقم خود بخود منہا کر لی جاتی ہے''

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ صارف کے لئے بہت بڑی سہولت ہے اس کے لئے بینک اگر سروس چارجز وصول کرے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ خدمات فراہم کر رہا ہے لیکن قرض کی صورت میں اگر اس پر سود چارج کرے گا تو وہ خلافِ شرع ہو جائے گا اور یہ معاملہ بینک اور صارف دونوں کے لئے جائز نہیں ہو گا۔

۴۔ چارج کارڈ: وہ کارڈ ہے جس کے ذریعے اس کا حامل مختلف اشیاء کی خریداری کر سکتا ہے سروسز سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور نقد رقم بھی نکلوا سکتا ہے۔ اس کا ہولڈر ہر مہینے کے آخر میں اپنے اوپر عائد ہونے والی رقم ادا کرتا ہے جس وقت بینک اس کو اکاؤنٹ کی تفصیل پیش کرتا ہے۔ اکاؤنٹ لسٹ بھیجنے کے وقت اکاؤنٹ ہولڈر کا بیلنس موجود ہونا چاہیے۔ کارڈ کے استعمال کے وقت رقم کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ اب جب اس کارڈ کی شرعی حیثیت پر غور کیا جاتا ہے تو فقہ کا ایک واضح اصول سامنے آتا ہے کہ:

للوسائل حکم المقاصد۔"[46] ''وسائل کا حکم مقاصد کے مطابق ہے''

چنانچہ کریڈٹ اور دیگر تمام کارڈز میں بھی اسی قاعدے کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ اور یہ حکم لگایا جائے گا کہ اگر عام طور پر یہ کارڈ لیتے اور دیتے وقت سود لینا اور دینا مقصود ٹھہرے تو اس کو حرام کہا جائے گا اور اگر عام طور پر ان کارڈز کو سہولت کے لیے ہی استعمال کیا جائے اور سودی معاملات اس میں ملوث نہ ہوں تو یہ کارڈز جائز قرار پائیں گے اور اگر کوئی ان کو سودی معاملہ کے لیے استعمال کرتا ہے تو صرف اسی کی گرفت ہو گی اور مجموعی طور پر یہ سسٹم ناجائز قرار نہیں پائے گا۔

سودی بینکوں میں ملازمت:

بینکوں میں اکثر سودی لین دین ہے۔ اس لیے اس کی ملازمت کے حوالے سے اجتناب لازم ہے کیونکہ ایسے معاملہ سے متعلق حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے:

لعن رسول الله ﷺ أكل الربٰو وموكله وكاتبه وشاهده وقال هم سواء"[47]

"سود کھانے والا، سود کھلانے والا، سودی دستاویزات لکھنے والا اور اس کی گواہی دینے والے پر رسول ﷺ نے لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب لوگ گناہ میں برابر ہیں"

سو ایسے سودی اداروں سے روزگار کو منسلک کرنا جائز نہیں ہے۔ہاں بعض علماء نے متبادل روزگار نہ ملنے کی صورت میں اس کی ملازمت کے جواز کی بات کی ہے مگر ساتھ ہی ساتھ بہتر اور حلال ذریعہ معاش کے لیے تگ ودو جاری رکھنے کا بھی کہا ہے۔

خلاصہ بحث:

۱۔ بینک سے مراد ایک ایسا مالیاتی ادارہ ہے جو لوگوں سے رقمیں اور دیگر مالی اوراق وصول کر کے ان کو آگے کسی کو قرض یا کاروبار کے لیے فراہم کرتا اور ان سے منافع حاصل کر کے خود بھی وصول کرتا اور رقوم کے مالکوں کو بھی دیتا ہے۔

۲۔ اس بحث میں بینکنگ کے جن امور سے بحث کی گئی ہے وہ بینکوں میں اکاؤنٹ سسٹم، اجارہ کا نظام،اقساط میں اشیاء کی فراہمی، کرنسی کا تبادلہ، عام رقوم اور تجارتی قرض پر سود، زکٰوۃ کی کٹوتی، مشارکہ اور مضاربہ کی بنیاد پر سرمایہ کاری، قرض حسنہ سکیم، قرض کی واپسی میں تاخیر پر جرمانہ، سود یا لازمی صدقہ اور سودی بینکوں کے ساتھ معاملات وغیرہ شامل ہیں۔

۳۔ بینک کے طریق کار میں بنیادی طور پر لوگوں کی امانتیں جمع کرنا ہے اس عمل کو فقہ اسلامی میں قرض اور عرف عام میں اکاؤنٹ کا نام دیا جاتا ہے جو کہ کرنٹ اکاؤنٹ، سیونگ اکاؤنٹ اور فکسڈ ڈیپازٹ کی صورت میں رائج ہے۔اس اکاؤنٹ سسٹم کا شرعی لحاظ سے جائزہ کے بعد سیونگ اکاؤنٹ اور فکسڈ ڈیپازٹ کی حتمی حرمت سامنے آتی ہے۔

۴۔ بینک میں سروسز چارجز و خدمات کا معاوضہ، گاڑیوں کی لیزنگ، فنانس لیزنگ اور ہائر پرچیز جیسی اجارہ کی مروجہ مختلف صورتوں کا شرعی لحاظ سے محاسبہ کیا گیا ہے۔

۵۔ بینکوں سے عام رقوم، تجارتی مقاصد کے لیے اور اہم ضرورت کے لیے حاصل کی گئی رقوم پر سود، جرمانہ اور لازمی صدقہ کے تصور اور اس سے متعلق مختلف گوشوں سے بحث کرتے ہوئے ان سے متعلق شرعی احکام کی پہچان حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۶۔ کرنسیوں کے تبادلے کی مختلف صورتوں اور موجودہ دور میں بینک کے ذریعے زکٰوۃ کی کٹوتی کی مختلف صورتوں کی شریعت کے مطابق تطبیق یا عدم تطبیق کا جائزہ لے کر شرعی لحاظ سے اس پر عمل کی ممکنہ صورتوں کو بیان کیا گیا ہے۔

۷۔ بینکوں میں مشارکہ، مضاربہ اور قرض حسنہ کی مختلف صورتوں کا جائزہ لیتے ہوئے بینکوں کی طرف سے جاری ہونے واے کریڈٹ کارڈ، اے ٹی ایم کارڈ، چارج کارڈ، اور ڈیبٹ کارڈ، ان کے استعمال اور اکاؤنٹ سے کٹوتی کی مختلف صورتوں کا شرعی لحاظ سے محاسبہ کیا گیا ہے۔

۸۔ آخر میں سودی بینکوں میں ملازمت جیسے معاملات میں اضطرار اور عدم اضطرار کو دیکھتے ہوئے شرعی حکم بیان کیا گیا ہے۔ان نکات کے شرعی احکامات کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ مالیاتی مسائل میں ایک کاروباری یا ملازم پیشہ فرد کے سامنے بینک کے معاملات کرنے کے شرعی احکامات واضح ہو جائیں۔

حوالہ جات

[1] Sheldon, H.P. The Practice and law of banking (London, 1962) P.183

[2] علی بن محمد شریف جرجانی، التعریفات (مکتبہ رحمانیہ، لاہور) ص: ۸۰

[3] ابو بکر احمد بن علی جصاص رازی، احکام القرآن (دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ) ج ۱/ص ۴۶۵

[4] ابو عبداللہ محمد بن عمر فخر الدین رازی، مفاتیح الغیب (مکتب الأعلام الاسلامی، ایران، ۱۴۱۳ھ) ج ۷/ص ۹۱

[5] سید طنطاوی، محمد، معاملات النبوک و أحکامھا الشرعیۃ، (مطبعۃ السعادۃ، ط الثامنۃ سنۃ ۱۹۹۱)، ص ۱۴۲

[6] مفتی محمد تقی عثمانی، فتاوی عثمانی (مکتبہ معارف القرآن، کراچی پاکستان، ۲۰۱۰ء) ج ۳

[7] مفتی محمد تقی عثمانی، فقہی مقالات، پی ایل ایس اکاؤنٹ کی حقیقت (میمن پبلشرز، ۲۰۱۱) ج ۲/ ۲۵۰

[8] مفتی محمود، فتاوی مفتی محمود، (جمعیۃ پبلیکیشنز، لاہور پاکستان، ۲۰۰۸ء) ج ۸

[9] ابن منظور، لسان العرب (دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، طبعۃ اولی، ۱۹۸۸ء) ج ۱ /ص ۷۷

[10] زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم، الاشباہ والنظائر (ایچ۔ایم۔سعید کمپنی، کراچی) ج ۷ /۲۹۷

[11] دردیر، ابوالبرکات احمد بن محمد بن احمد، الشرح الصغیر (دار المعارف، مصر، ۱۳۳۹ھ) ج ۴/ص ۶

[12] قَالَتْ اِحْدٰھُمَا یٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْہُ ۡ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ۔ان دونوں میں سے ایک بولی اے باپ آپ اسے اجرت پر رکھ لیں، بے شک آپ جس کو اجرت پر رکھنا چاہیں وہ ہے جو زور آور امانت دار ہو۔(القصص ۲۸: ۲۶) لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَیْہِ اَجْرًا۔اگر آپ چاہتے تو اس کام پر کوئی اجرت ہی لے لیتے۔(الکہف ۱۸: ۷۷)

[13] حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ:" استاجر النبی ﷺ وابو بکر رجلاً من بنی الدیل ھادیا خریتا وھو علی دین کفار قریش فر فعا الیہ راحلتیھا وو عداہ غار ثور بعد ثلاث لیال، فأ ھما براحلتیھا صبح ثلاث "(بخاری، الجامع الصحیح، باب اذا استاجر النبی ﷺ أجیراً لیعمل لہ۔۔۔الخ، حدیث نمبر ۲۲۶۴، ج ۱ ص ۳۹۷) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أعط الأجیر أجرہ قبل أن یجف عرقۃ"(البیہقی، احمد بن علی، السنن الکبریٰ (دار الفکر، بیروت، لبنان)

[14] اسی بات کو علامہ ابن رشد یوں بیان کرتے ہیں: ان الاجارۃ عند جمیع ففھاء الأمصار والصدر الأول"بے شک تمام علاقوں کے اور صدر اول کے فقہاء کے نزدیک اجارہ جائز ہے۔"(ابن رشد، محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد (فاران اکیڈمی، لاہور) ج ۱ ص ۱۸۱
(کاسانی، علاؤالدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (ایچ۔ایم۔سعید کمپنی کراچی، ط اولی، ۱۳۲۸ھ) کتاب الجارۃ، ج ۴ ص ۱۷۴
امام ابن قدامہ لکھتے ہیں" الاصل فی جواز الاجارۃ الکتاب والسنۃ والاجماع " اجارہ کے جواز کے دلائل قرآن پاک، سنت اور اجماع ہیں "(ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، المغنی (دار عالم الکتب للطباعۃ والنشر والتوزیع، الریاض) کتاب الاجارۃ، ج ۲/ص ۶

[15] محمد تقی عثمانی، بحوث فی قضایا فقھیہ معاصرہ، (وزارۃ الاوقاف للشئون الاسلامیہ، دولۃ قطر، ۲۰۱۳ء)

[16] حصکفی، علاؤالدین، الدر المختار مع رد المحتار • مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ) ج ۲/ص ۹۳

[17] محمد بن عیسیٰ ترمذی، الجامع (مکتبہ رحمانیہ، لاہور) ابواب البیوع، باب ماجاء فی النہی عن بیعتین فی بیعتہ، ج ۱/ص ۳۶۴

[18] Taqi Amini, Islamic Finance, 163

[19] رفقائے دار الافتاء، بنوری ٹاؤن، مروجہ اسلامی بینکاری، (مکتبہ بینات کراچی، ۲۰۰۸ء)

[20] محمد امین ابن عابدین شامی، رد المحتار علی الدر المختار (ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی) ج ۶/ص ۷۵۷
محمد شربینی الخطیب، مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج (دار الفکر، بیروت، لبنان) ج ۲/ص ۳۱
ابن قدامہ، المغنی، ج ۴/ ص ۱۴۴

---

21 وھبۃ الزحیلی ،المعاملات المالیۃ المعاصرۃ (دار الفکر المعاصر، بیروت، لبنان، ط اولیٰ، ۲۰۰۲ء)، ص۳۴۶؛مزید دیکھئے محمد تقی عثمانی: بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

22 ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن (دار الفکر لطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، ۱۹۵۹ھ) ج۳/ ص۱۰۷

23 ایضاً، ج۲/ ص۷

24 البقرہ، ۲: ۲۷۵

25 ایضاً

26 ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، تاریخ الامم والملوک (دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ط اولیٰ، ۲۰۰۱ء) ج۳/ ص ۲۷۲

27 مسلم بن الحجاج، قشیری، الجامع الصحیح (قدیمی کتب خانہ، کراچی، ط دوم ۱۹۵۶ء) کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب الربا، ج۲/ ص۲۵

28 محمد تقی عثمانی، بحوث فی قضایا فقہیۃ المعاصرہ، ج۱/ ص ۱۶۵

29 محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، (ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور پاکستان، ۲۰۰۸ء) ج۷

مزید دیکھیے: مجاہد الاسلام قاسمی، جدید فقہی مباحث (ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی پاکستان، ۲۰۰۹ء) ج۴

30 مفتی محمد عبد السلام، جواہر الفتاویٰ (اسلامی کتب خانہ، کراچی) ج۲

31 غریب جمال، المصارف وبیوت التمویل الاسلامیۃ (دار الشروق، جدۃ) ص۸۴۔ ۸۵

32 مفتی محمد تقی عثمانی، فقہی مقالات، پی ایس ایل اکاؤنٹ کی حقیقت (میمن پبلشر، ۲۰۱۱) ج۳

33 حسین شحاتہ، المصرف الاسلامیۃ بین الفکر والتطبیق (جامعہ الازہر، مصر) ص۳۱

34 عمران اشرف عثمانی، شرکت و مضاربت عصر حاضر میں، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ۲۰۱۱ء

35 البقرہ، ۲: ۲۴۵

36 البقرہ، ۲: ۲۶۵

37 ترمذی، الجامع ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی السر علی المسلمین۔ ج۲/ ص۱۴

38 المعاییر الشرعیۃ، معیار رقم، ۳ (ھیئۃ المحاسبۃ والمراجعۃ للمؤسسات المالیۃ، بحرین) ص۳۰۔ ۳۷

39 رفقائے دار الافتاء بنوری ٹاؤن، مروجہ اسلامی بینکاری

40 محمد تقی عثمانی، غیر سودی بینکاری، مکتبہ معارف القرآن کراچی، مئی۲۰۰۹ء

41 البقرۃ، ۲: ۲۸۰

42 ابن عابدین، رد المحتار، ج۴/ ص۱۳۵

43 بخاری الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب من أنظر معسرا، حدیث: ۲۹۷۸، ج۱/ ص۳۷۸

44 Cambridge Advanced Learners `Dictionary, www.dictionary.cambridge.org/results

45 Cambridge Dictionary, https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/debit-card

46 ملا علی قاری، علی بن سلطان، مرقاۃ المفاتیح (مکتبہ امدادیہ، ملتان) ج۴/ ص۱۲۹

47 مسلم، الجامع الصحیح، کتاب المساقاۃ، باب الربا، ج۲/ ص۲۷